

## 256895- حج اور عمرے کے افعال اور ان کی ترتیب کی حکمتیں

سوال

میں حج اور عمرے کے تمام افعال کی حکمت جاننا چاہتا ہوں کہ انہیں بجالانے کے پیچے کیا حکمت کا فرماء ہے؟ پھر ان کی اس مخصوص ترتیب میں کیا حکمت پناہی ہے؟ کیونکہ میں حج اور عمرے کا ارادہ رکھتا ہوں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ حج و عمرے کی سعادت حاصل کرنے سے پہلے اس کی تیاری کروں اور مکمل توجہ اور فہم کے ساتھ ان کے ارکان سرانجام دوں۔

پسندیدہ جواب

اول :

حج اور عمرے کو شریعت کا حصہ بنانے کی حکمت کے حوالے سے وحی نے رہنمائی کی ہے، اور اس کا اجمالی بیان اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ہے:

**[وَأَذْنُ فِي الْأَيْمَانِ بِالْحِجَّةِ تُؤْكَدُ عَلَى الْمُصَارِبِيَّةِ مِنْ كُلِّ فِيْحَيْتِ، لِتُفْهَنَ وَإِتَّنَاحَ لَهُمْ وَيَنْزَوُ الْأَسْمَ الْأَعْلَى فِي الْأَيَّامِ مَطْلُوبَاتٍ عَلَى هَارِزَقَهُمْ مِنْ بَيْمِيَّ الْأَنْعَامِ فَلَمَّا مَهَا وَأَطْمَنَوا إِبَانَتِ النَّفَرِ، فَمَنْ لَيَقْضُوا لَهُمْ وَلَيُؤْنَدُوهُمْ وَلَيَنْتُوْفُوا بِالْتَّقْيَةِ، ذَلِكَ وَمَنْ لَيَعْظِمُ خَيَّاتِ اللَّهِ فَوْخِزِهِ وَعَذْرَنَهُ وَأَعْلَثَ لَهُمُ الْأَنْعَامَ إِلَيْهَا يَتَّلِي عَلَيْهِمْ فَإِجْتِبَوْا إِلَيْهِمْ مِنَ الْأَوْفَانِ وَاجْتِبَوْهُ قَوْلَ الرُّؤْوَرِ۔]**

ترجمہ: اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پیدا ہو جی آئینے گے اور دلبے پتے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام را ہوں سے آئینے گے [27] اپنے فائدے حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام پا ل تو چاپا یوں پر لیں، پس تم خود بھی کھاؤ اور بھوکے قفریوں کو بھی کھلاو۔ [28] پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں بھی پوری کریں اور اللہ کے قدیم گھر کا طوف کریں۔ [29] یہ جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تنظیم کرے تو اس کے لیے اس کے رب کے پاس بہتری ہے۔ اور تمہارے لیے چوپائے جانور حلال کر دئیے گئے: بجز ان کے جو تمہارے سامنے بیان کیے گئے ہیں پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا چاہیے اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ [انج: 27-30]

- توحیج اور عمرے کے افعال اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اظہار کے لیے بجالانے جاتے ہیں کہ دوران حج و عمرہ انسان غیر شرعی چیزوں سے دور رہتا ہے، انہی غیر شرعی چیزوں میں شرک کی تمام تر انواع و اقسام، ہر درجے کے شرک اور شرکیہ مظاہر سے انسان بچتا ہے، پھر حج اور عمرہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے بجالیا جاتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیتے ہوئے فرمایا:

**[وَأَطْمَنُوا إِلَيْهِ حَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ۔]**

ترجمہ: اللہ کے لیے حج اور عمرہ مکمل کرو۔ [البقرة: 196]

اسی طرح سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: (۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدہ توحید کا اقرار کرتے ہوئے تلبیہ کیا: {لَبَّيَكَ اللَّهُمَّ لَبَّيَكَ، لَبَّيَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ، لَبَّيَكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالْغَنْوَةَ لَكَ، وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ} یعنی: یا اللہ! میں حاضر ہوں، میں بار بار حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیر کوئی شریک نہیں ہے، میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔ یقیناً ہر قسم کی حد کا توہی خدار ہے اور سب نعمتیں تیری طرف سے ہیں، با دشابت صرف تیری ہی ہے اور تیر کوئی شریک نہیں ہے۔) مسلم: (1218)

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"حج کا معاملہ ہی کچھ اور ہے، اس کی انتہائیک ہر کوئی نہیں پہنچ سکتا صرف وہی پہنچ سکتے ہیں جنہوں نے حب الہی کا کچھ حصہ حاصل کر لیا ہو۔ حج کا معاملہ لفظوں میں بیان کرنے سے کہیں بڑا

ہے، اور اس انداز سے حج صرف اسی دین حنفیت کا خاصہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان : **(حجۃ اللہ)**۔ کا ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ اللہ کے لیے حج کرنے والے۔ [یعنی حنفیت کا معنی ہے ہر قسم کے شرک سے دور اور صرف توحید کے لیے یکو جس کا عملی مظہر حج کی صورت میں ہوتا ہے۔ مترجم]

اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر بیت اللہ الحرام کو لوگوں کی بقا کا ذریعہ بنایا ہے، یہی بیت اللہ ہی سارے جہان کے لیے ستون کا کام کرتا ہے اسی پر سارے جہان کی عمارت کھڑی ہے، چنانچہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق اگر کسی سال میں لوگ بالکل حج نہ کریں تو آسمان زمین پر آگرے۔ تو بیت اللہ الحرام سارے جہان کی بقا کا ذریعہ ہے، اس لیے اس وقت تک یہ جہان باقی رہے گا جب تک اس بیت اللہ کا حج ہوتا رہے گا۔

حج، دین حنفیت کا خاصہ ہے۔۔۔ کیونکہ حج کی بنیاد ہی غالص توحید اور بالکل صاف ستری محبت پر ہے۔ "ختم شد  
"(مفتاح دار السعادۃ" (869/2)

الشیخ عبد العزیز بن بازر جمہ اللہ کہتے ہیں :

"حج آغاز سے انتہا تک سارے کا سارا ہی عقیدہ توحید اور دین پر استقامت اختیار کرنے کی دعوت ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کردہ دین پر ثابت قدی کی دعوت ہے۔ امداد حج کا سب سے بڑا بذیر یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اخلاص عملی طور پر سمجھائے جائیں اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج اور دیگر عبادات سے مختلف جنہیں ایات اور تعلیمات کو دے کر بھیجا گیا ہے ان کا ابیاع کرنے کی عملی تربیت ہو۔

یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی حاجی یا معمتر شخص تلبیہ کرتا ہے کہ : {لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ} وہ در حقیقت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اللہ کے لیے خلص ہونے کا اعلان کرتا ہے، یہ بھی اعلانیہ مانتا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، یہی چیز طواف میں بھی ہوتی ہے کہ دوران طواف اللہ کا ذکر، تعظیم الہی، اور طواف کے ذریعے صرف اسی کی بندگی بجالاتا ہے، پھر جب سعی کرتا ہے تو سعی میں بھی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، اللہ کے سوا ہر ایک کی عملی نفعی کرتا ہے، پھر جب بال مومڈوانے یا کتروانے کی باری آتی ہے تو تب بھی اللہ کی بندگی بجالاتا ہے۔ پھر اگر بدی یا قربانی پیش کرے تو توب بھی صرف ایک اللہ کی بندگی کرتا ہے۔ ایسے ہی عرفات، مزدلفہ اور منی وغیرہ میں جتنے بھی اذکار ہیں سب کے سب اللہ کا ذکر ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار ہے، یہ اذکار تمام انسانوں کے لیے حق بات کی دعوت اور لوگوں کے لیے رہنمائی کا باعث ہیں، یہ اذکار بھی تمام لوگوں سے اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ صرف ایک اللہ کی بندگی کریں، پھر ایک اللہ کی بندگی کے لیے ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا مل کر باہمی تعاون کی خضا پیدا کریں اور اسی کی ایک دوسرے کو تلقین بھی کریں۔ "ختم شد

"مجموع فتاویٰ ابن باز" (186/16-187)

- حج ذکر الہی بجالانے کے لیے کیا جاتا ہے، چنانچہ حج کے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر پایا جاتا ہے، جیسے کہ اس آیت کریمہ میں موجود ہے :  
**(وَذَرُوا نَمَاءَ اللَّهِ فِي أَقْوَامَ مُغْلَوَاتٍ)**۔ ترجمہ : اور اللہ کے نام کا معلوم دنوں میں ذکر کریں۔ [انج: 28]

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

**بِرَبِّكُمْ أَفِيئُوا مِنْ حَيْثُ أَقْوَاصُ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَفُوزٌ بِرَحْمَمٍ، فَإِذَا قَنِيتُمْ مَنَا سَكُنْتُمْ فَذَرُوا اللَّهَ كَذَرُوكُمْ أَبَاهُكُمْ أَدَمَذَرُوكُمْ**

ترجمہ : پھر تم وہاں سے لوگ واپس آتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرو؛ یقیناً اللہ تعالیٰ بخششے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے، پس جب تم اپنے مناسک مکمل کرو تو اللہ کا ذکر کریے کرو جیسے تم اپنے آبا کا کرتے ہو، یا اس سے بھی زیادہ اللہ کا ذکر کرو۔ [البقرة: 198-199]

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"ذکر الہی حج کی روح ہے، یہی حج کا مقصود و مطلوب ہے، جیسے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (یقیناً بیت اللہ کا طواف، صفا مروہ کے درمیان سعی اور حمرات پر کنکریاں مارنا صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے شریعت میں رکھے گئے ہیں)۔" ختم شد  
"مدارج السالکین" (2537/4)

اسی طرح اشیع عبد العزیز بن بازر حمد اللہ کہتے ہیں :

"ذکر الہی حج اور عمرے کے ان مجموعی فوائد میں شامل ہے جن کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے : ﴿الْشَّهُدُوا مَنَافِعُ الْحَمْدِ وَيَدْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَامٍ مَغْفُونَاتٍ﴾۔ یعنی : انہیں چاہیے کہ اپنے فوائد سمیئنے کے لیے حاضر ہوں اور معلوم دنوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ تو یہاں پر ذکر کا حصول فوائد پر عطف دراصل خاص کے عام پر عطف سے تعلق رکھتا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (یقیناً بیت اللہ کا طواف، صفا مروہ کے درمیان سعی اور حمرات پر کنکریاں مارنا صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے شریعت میں رکھے گئے ہیں)۔"

اسی طرح ہدی کا جانور ذبح کرتے ہوئے بھی اللہ کا ذکر کرنا شریعت میں شامل ہے، ایسے ہی حمرات کو کنکریاں مارتے ہوئے ذکر کرنا بھی شریعت کا حصہ ہے، یعنی مناسک حج کا ہر عمل اللہ کا قولی یا عملی ذکر ہے، لہذا سارے کاسارا حج ہی قولی یا عملی اللہ کے ذکر پر مشتمل ہے۔" ختم شد  
"مجموع فتاویٰ و مقالات ابن باز" (185/186)

- حج اور عمرے میں حاج اور معمتنی حضرات کے دینی اور دنیاوی مسئلہ فوائد ہیں، اسی طرح اہل حرم اور مقیم افراد کو بھی حج اور عمرے سے دینی و دنیاوی فوائد ہوتا ہے، ان تمام فوائد کی طرف اللہ تعالیٰ کے فرمان : ﴿الْشَّهُدُوا مَنَافِعُ الْحَمْدِ﴾ میں اشارہ موجود ہے۔

چنانچہ اشیع عبد الرحمن السعدی رحمہ اللہ آیت کے اس حصے کے بارے میں کہتے ہیں :

"یعنی : بیت اللہ کی بدولت افضل ترین عبادات، اور ایسی عبادات پائیں جو یہاں کے علاوہ کمیں نہیں ہو سکتیں۔ اسی طرح دنیاوی فوائد بھی پائیں کہ لوگوں کے آنے سے تجارتی سرگرمیاں تیز ہوتی ہیں، یہ سب چیزیں سب کے مشابہ میں موجود ہیں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔" ختم شد  
"تفسیر السعدی" (ص 536)

انہی فوائد میں یہ بھی شامل ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان یہاں اکٹھے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے تعارف بھی کرتے ہیں، پھر باہمی علمی، تجارتی اور دیگر مفید امور کا تبادلہ بھی ہوتا ہے، پھر سب کے سب ایک ہی حالت اور مظہر میں نظر آتے ہیں اور سب کا اس سفر میں ایک ہی مقصد ہوتا ہے جس کی بدولت میں اتحاد امت کا عملی منظر سامنے آتا ہے۔

- مسلمان ایک ہی وقت، جگہ، کام اور حالت میں ایک ہی مقصد کے لیے یک بارگی اکٹھے ہوتے ہیں، یعنی مشاعر مقدسہ میں وقوف کا وقت ایک ہی ہے، ان کا کام بھی ایک ہے، ان کی حالت بھی ایک ہے، ان کا باب میں ایک چادر اور تہ بند کی صورت میں یکساں، اور سب کے سب بارگاہ الہی میں خشوع و خضوع کے ساتھ ہیں۔

- واجب اور مستحب بدی کے جانوروں کو ذبح کرنے سے اللہ تعالیٰ کی تنظیم کا ایک اور منظر سامنے آتا ہے پھر انہی ذبح شدہ جانوروں کے گوشت کو کھانے، تحنہ دینے اور غربا میں تقسیم کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔  
دیکھیں : "مجموع فتاویٰ و رسائل العثیمین" (241/24)

حج اور عمرے کے افعال میں مخصوص ترتیب کی حکمت کے بارے میں یہ ہے کہ ان کی ترتیب میں حکمت بھی بالکل واضح ہے :

چنانچہ حج اور عمرے کا آغاز تبلیغ اور حرام سے ہوتا ہے، ان دونوں اعمال کے ذریعے مسلمان حج یا عمرے کی عبادت میں داخل ہونے کا اعلان کرتا ہے، اور پھر ان کے تقاضوں کو بجا لاتا ہے، پھر جب مکہ پہنچ جائے تو سب سے پہلے طواف کرتا ہے؛ کیونکہ بیت اللہ کا مقام حرم میں سب سے زیادہ ہے، اور طواف حج یا عمرے کا اہم ترین رکن ہے، اس لیے کسی اور عمل سے پہلے اسی عمل کو کرنا مناسب ہوا، پھر جب بیت اللہ سے مخلصہ اعمال سے فراغت پالی تواب مناسب یہ تھا کہ دیگر اعمال کی طرف انسان منتقل ہو، یعنی صفا مروہ کی سعی کرے؛ کیونکہ صفا مروہ کی سعی بیت اللہ کے قریب ترین جگہ پر ہوتی ہے، پھر اس کے بعد منی میں رات گزاری جاتی ہے؛ کیونکہ یہ حج کے سب سے اہم ترین رکن کی ادائیگی کے لیے تیاری کا حصہ ہے، یعنی منی میں رات و قوف عرفات کے لیے گزارتے ہیں، پھر اس کے بعد مزادغہ میں رات گزاری جاتی ہے کیونکہ حج کے بقیہ اعمال مکمل کرنے کے لیے وقوف عرفات سے واپسی کے وقت راستے میں مزادغہ ہی آتا ہے، اس لیے مناسب تھا کہ حاج یوم النحر یعنی دس ذو الحجه کے اعمال کے لیے تیاری کی غرض سے یہیں پر آرام کریں، پھر اگلے دن حمرات کو کنگریاں مارنی ہوتی ہے جو کہ مزادغہ کے ساتھ منی میں واقع ہیں، پھر اسی دن بال منڈوائے جاتے ہیں اور حج کی قربانی کی جاتی ہے؛ کیونکہ آج کا دن عید کا دن بھی ہے، پھر اس کے بعد حج کے اہم ترین ارکان کے مکمل ہونے پر کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے، اس کے بعد پھر منی میں رات گزاری جاتی ہے، اور منی ہی وہ جگہ ہے جہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کے جانور ذبح کیے تھے، اس لیے مناسب تھا کہ حاجی ایام تشریع یہیں پر گزارے، اور یہاں ٹھہرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، نیز قربانیاں کرے، خود بھی کھانے اور تقسیم بھی کرے۔

سیدنا مُبیثہ بذلی رضنی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ایام تشریع کھانے اور پینے کے دن ہیں)۔ ایک اور روایت کے مطابق: (اللہ کے ذکر کے دن ہیں)۔  
مسلم: (1141)

یہی وجہ ہے کہ ان دونوں میں روزے رکھنا منع ہے، صرف اسی شخص کو روزے رکھنے کی اجازت ہو گی جس کے پاس ہدی کا جانور نہیں تھا۔

جیسے کہ سیدنا عروہ سیدہ عائشہ رضنی اللہ عنہما سے جبکہ سیدنا سالم سیدنا بن عمر رضنی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ دونوں نے کہا: (ایام تشریع میں انہیں روزے رکھنے کی رخصت نہیں دی گئی، صرف اسی کو روزے رکھنے کی اجازت ہے جس کے پاس بدی نہ ہو)۔ بخاری: (1997)

پھر طواف وداع کے لیے حاج کرام مکہ مکرمہ آتے ہیں اور پھر مکہ سے اپنے اپنے علاقوں کے لیے روانہ ہو جاتے ہیں۔

ابن قیم رحمہ اللہ کے تھے ہیں:

"حج اور عمرے کی عبادت میں پہنچا راز کہ اس میں حرام پہنچا لازمی ہے، معاد سرگرمیوں سے دوری لازم ہے، سر کو کھلا رکھنا ہے، عمومی بابس نہیں پہنچنا، طواف کرنا، عرفات میں وقوف کرنا ہے، حمرات کو کنگریاں مارنی ہیں، اور دیگر حج کے اعمال بجالانے میں، ان سب کی خوبصورتی اور جمال کی گواہی ہر عقل سلیم اور فطرت نے دی ہے، اور انہیں یقین ہے کہ جس نے یہ اعمال فرض قرار دیئے ہیں اس کی حکمت سے بڑھ کوئی حکمت نہیں ہو سکتی۔" ختم شد

"مفہوم دار السعادة" (869/2)

کچھ اہل علم نے حج کے کچھ افعال اور اعمال کی تفصیلی حکمتیں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ اس حوالے سے کچھ امور درج ذیل ہیں:

سلامہ باباں نہ پہنچنے کی حکمت:

دائی فتویٰ کیمیٹ کے علمائے کرام سے پوچھا گیا:

"حجاج کو اللہ تعالیٰ نے سلامہ باباں پہنچنے سے کیوں منع کیا ہے؟ اس میں کیا حکمت ہے؟"

تو انہوں نے جواب دیا:

اول: اللہ تعالیٰ نے مکلف لوگوں میں سے حج کی استطاعت رکھنے والوں پر زندگی میں ایک بار حج فرض قرار دیا ہے، بلکہ اسے اسلام کے ارکان میں بھی شامل فرمایا؛ کیونکہ حج مسلمہ طور پر دینی شعائر میں شامل عبادت ہے۔ اس لیے مسلمان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرض کردہ فریضے کو اللہ تعالیٰ کی خوشودی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے ادا کرے، اور امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اسے اجر سے نوازے گا اور اپنے عذاب سے بچائے گا۔ ساتھ میں یہ بھی ممکن یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات اور افعال حکمت سے بھر پور ہوتے ہیں، اور چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے اس لیے بندوں کے لیے وہی کام شریعت میں شامل فرماتا ہے جو لوگوں کے مفاد میں بہتر ہو، اس کام کی بدولت دنیا و آخرت میں بندوں کا ہی فائدہ ہو، امداد شریعت میں افعال کو شامل کرنا ہمارے مالک اور حکمت والے اللہ کا کام ہے، اور بندوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی تعمیل کرے۔

دوم:

حج اور عمرہ میں سلے ہوئے بس کو اتنا رنے کی کتنی حکمتیں ہو سکتی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں کہ: لوگوں کو قیامت کے دن کی یاد ہافی ہو؛ کیونکہ قیامت کے دن لوگوں کو بہہہ اور نگہ پیر اٹھایا جائے گا اور پھر انہیں بس میا کیا جائے گا۔ اس طرح آخرت کی یاد ہافی میں لوگوں کے لیے نصیحت بھی ہے اور عبرت بھی ہے۔ ایسے ہی سلاہ ہو بالاس اتروانے کا مقصد یہ ہے کہ انسانی نفس کا سر نکلوں کیا جائے اور اسے بتلایا جائے کہ یہاں عاجزی اور انحرافی کے ساتھ چلنا واجب ہے، لہذا تکبر نامی کوئی چیز دل میں نہیں ہونی چاہیے۔

ایسے ہی بغیر سلے بس کی وجہ سے مسلمانوں میں باہمی قربت، یکسانیت اور پر اگدگی پائی جاتی ہے، انسان ناراضی کا باعث بننے والی عیش پرستی سے دور ہوتا ہے، دو چاروں زیب تین کرنے سے فقر اور مساکین کی دل جوئی ہوتی ہے۔۔۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے مقاصد ہیں جو کہ حج وغیرہ کی ادائیگی کے لیے معین کیے گئے طریقے سے مطلوب ہیں، انہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حج کا خاص طریقہ مقرر فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سکھایا۔

دائی ی کمیٹی برائے فتاویٰ و علمی تحقیقات

عبداللہ بن قعود، عبداللہ بن غدیان، عبد الرزاق عفیفی، عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز "ختم شد"

فتاویٰ دائی فتویٰ کمیٹی: (179/11-180)

طواف اور حجر اسود کو بوسہ دینے کی حکمت:

الشیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کستہ میں:

"طواف کی حکمت تو بھی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے کہ: (یقیناً بیت اللہ کا طواف، صفا مروہ کے درمیان سعی اور حجرات پر کشکریاں مارنا صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے شریعت میں رکھے گئے ہیں)۔ لہذا بیت اللہ کے ارد گرد چکر لگانے والا شخص اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کر رہا ہوتا ہے، اور یہ شخص عملی طور پر اللہ کا ذکر کر رہا ہے، لہذا اچھے ہوئے حرکت کرنا، بوسہ لینا، حجر اسود کا استسلام کرنا، رکن یہاںی کا استسلام کرنا، اور حجر اسود کی طرف اشارہ کرنا وغیرہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کا ذکر ہیں؛ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شامل میں ہیں؛ ذکر کا اگر عمومی معنی مراد لیں تو ہر عبادت اللہ کے ذکر میں شامل ہے؛ جبکہ زبان سے ادا کی جانے والی تکمیل، ذکر اور دعا وغیرہ تو واضح طور پر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہیں۔"

حجر اسود کو بوسہ دینا بذات خود عبادت ہے؛ کیونکہ انسان ایسے پتھر کو بوسہ دیتا ہے جس کا انسان سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، یہ بوسہ اپنی ذات میں اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے کہ اس کے حکم کی تعمیل اور اس کی ذات کی تعظیم ہے، اسی طرح یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیری وی بھی ہے۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے جس وقت حجر اسود کو بوسہ دیا تو فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے، تو نفع یا نقصان نہیں دے سکتا، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بکھی بھی بوسہ نہ دیتا۔

بجکہ کچھ بجاہل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ تبرک کے لیے دیا جاتا ہے تو یہ بات بے بنیاد ہے؛ اس لیے یہ کہنا باطل ہو گا۔ "ختم شد  
"مجموع فتاویٰ و رسائل ایشیخ ابن عثیمین" (318/2-319)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کستے ہیں :

"مطلب رحمہ اللہ کستے تھے : --- حجر اسود کو بوسہ دینا در حقیقت امتحان ہے، تاکہ اطاعت گزار کی اطاعت کا مشابہ ہو سکے، گویا کہ حجر اسود کو بوسہ دینے کا معاملہ شیطان ابلیس کو آدم علیہ السلام کو موجہ کرنے کے حکم جیسا ہے۔۔۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں واضح ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دینی معاملات میں صاحب شریعت کی اتباع کی ہے، اور جن چیزوں کے مقاصد و حکمتیں واضح نہیں ہیں ان کی من و عن تعمیل ہے۔

اور یہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے حوالے سے بہت ہی عظیم قاعدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اتباع کی جائے گی چاہے ہمیں اس کی حکمت کا علم نہ ہو۔ "ختم شد

"فتح اباری" (463/3)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے بارے میں فرمایا : (اللہ تعالیٰ حجر اسود کو قیامت کے دن اٹھانے کا تو اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ پتھر دیکھے گا، اور اس کی زبان ہو گی جس سے یہ بولے گا، اور جس نے بھی اس کا حق طریقے سے بوسہ لیا ہو گا اس کے بارے میں گواہی دے گا۔) اس حدیث کو ترمذی رحمہ اللہ (961) نے روایت کیا ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے، جبکہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح سنن ترمذی" (1/493) میں صحیح قرار دیا ہے۔

صفا اور مروہ کی سعی :

علامہ ایشیخ محمد امین شنقاطی رحمہ اللہ کستے ہیں :

"سعی کی حکمت کے بارے میں صحیح حدیث میں صراحت ہے، یہ روایت صحیح بخاری میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس میں ذکر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے سیدہ ہاجرہ اور اسما علیل علیہما السلام کو مکہ میں تہنا چھوڑ دیا تھا، ان کے پاس ایک تھیلی رکھ دی جس میں کھوریں تھیں اور پانی سے بھرا ایک مشکیہ چھوڑ دیا، اسی صحیح حدیث میں ہے کہ : (اسما علیل علیہ السلام کی والدہ ان کو دودھ پلانے لگیں اور خود پانی پیئنے لگیں۔ آخر جب مشک کا سارا پانی ختم ہو گیا تو وہ پیاسی رہنے لگیں اور ان کا لخت جگر بھی پیاسا رہنے لگا۔ وہ اب دیکھ رہی تھیں کہ ان کے سامنے ان کا بیٹا (پیاس کی شدت سے) پیچ و تاب کھارہا ہے یا (کہا کہ) زمین پر لوٹ پوٹ ہو رہا ہے۔ وہ وہاں سے بہت لگنیں کیوں کہ اس حالت میں بچے کو دیکھنا ان کے لیے ناگوار تھا۔ تو انہیں صفا پہاڑی نزدیک تر محسوس ہوئی تو وہ (پانی کی تلاش میں) اس پر چڑھنے لگیں اور وادی کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی انسان نظر آنے لیکن کوئی انسان نظر نہیں آیا، تو وہ صفا سے نیچے اتر گئیں اور جب وادی میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھایا (تاکہ دوڑتے وقت نہ ابھیں) اور کسی پریشان حال کی طرح دوڑنے لگیں پھر وادی سے نکل کر مروہ پہاڑی پر آئیں اور اس پر کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی نظر آتے لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ اس طرح انہوں نے سات چھڑکائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (صفا اور مروہ کے درمیان) لوگوں کے لیے دوڑنا اسی وجہ سے مشروع ہوا۔) الحدیث

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ : (ان کے درمیان لوگوں کے لیے دوڑنا اسی وجہ سے مشروع ہوا) اس میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی حکمت کی طرف اشارہ ہے؛ کیونکہ سیدہ ہاجرہ نے مذکورہ سعی اس وقت کی ہے جب انہیں انتہائی شدید قسم کی محتاجی کا سامنا تھا، انہوں نے اپنے رب کی کے سامنے اپنی فاقہ کشی پیش کی؛ کیونکہ ان کا لخت جگر اسما علیل انہیں دکھ رہا ہے کہ وہ پیاس کی وجہ سے پیچ و تاب کھارہا ہے، اور جگہ بھی ایسی ہے کہ جاں نہ تو پانی ہے اور نہ ہی کوئی انسان ہے، پھر خود بھی انتہائی شدت کی بھوک اور پیاس میں ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ وزاری کی انتہا کا مظہر ہے، سیدہ ہاجرہ سخت تکلیف اور کرب کی وجہ سے کبھی اس پہاڑی پر چڑھتی ہیں لیکن انہیں کچھ نظر نہیں آتا، اور کبھی دوسری پہاڑی پر چڑھتی ہیں لیکن وہاں بھی کوئی نظر نہیں آتا۔ تو لوگوں کو صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ انہیں بھی احساس ہو کہ وہ بھی صرف اپنے خالق اور رازق کے سامنے اپنی

حاجتیں رکھیں، اور حاجتیں رکھنے کا طریقہ کار بھی وہ اپنانا ہے جو انتہائی سلکیں نو عیت کی تکلی کی حالت میں سیدہ ہاجرہ نے اپنایا تھا، اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جو بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اسے بھی ضائع نہیں فرمائے گا اور نہ ہی اس کی دعائیں رو فرمائے گا۔

تو صفا اور مردہ کی سعی کی حکمت کے متعلق یہ صحیح حدیث بالکل واضح دلیل ہے۔ "ختم شد

(343-342/5) "أصوات البيان"

منی میں رات گزارنے کی حکمت:

اَشْرِخُ عبدُ الْعَزِيزَ بْنَ بازْرَ حَمَّةَ اللَّهُ سَعَى لِلْوَحْيَ

"بھراث کو کنگریاں مارنے اور منی میں تین گزارنے کی حکمت ہو سکتی ہے؛ ہم آپ سے امید کرتے ہیں کہ اس کی حکمت واضح فرمادیں، آپ کا بہت شکریہ۔"

تو انہوں نے جواب دیا:

مسلمان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے اور شریعت کی پابندی کرے چاہے اسے حکمت کا علم ہو یا نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی اتباع کا حکم دیا ہے، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے : **{إِشْبَعَا أَنْذِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا}**۔ یعنی : تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے جو بھی نازل کیا گیا ہے اس کی اتباع کرو۔ اسی طرح فرمایا : **{وَهُدًى لِّكُلِّ أُنْشَاءٍ مَّبَارَكٌ فَإِشْبُعُوهُ}**۔ یعنی : اور یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے یہ بابرکت ہے، اس کی اتباع کرو۔ ایک اور مقام پر فرمایا : **{إِنَّ طَهِيْرًا إِلَهٌ وَّأَطْهِيْرُوا إِلَوْهُنَّ**

۔ یعنی : اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کرو۔ ایسے ہی فرمایا : **{فَكَا آتَاهُمْ أَلْوَاحٌ فَقُدْرَةٌ وَّكَا تَهَاجِمُ عَنْهُ فَنَخْلُوا}**۔ ترجمہ : اور جو کچھ تمہیں رسول دے تم اسے لے لو اور جس سے رسول تمہیں روکے اس سے رک جاؤ۔

اس لیے اگر آپ کو کسی حکمت کا علم ہو جائے تو احمد اللہ اور اگر حکمت کا علم نہیں بھی ہوتا تو اس سے آپ کو کوئی فتقان نہیں ہو گا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت میں کوئی بھی کام حکمت کے بغیر شامل نہیں فرمایا، چنانچہ اگر کسی کام سے روکا ہے تو وہ بھی حکمت کی وجہ سے روکا ہے، اب چاہے ہمیں وہ حکمت معلوم ہو یا نہ ہو۔

اس لئے محترم اسے لئے ماری جاتی ہے تاکہ شیطان کی ناک خاک میں ملے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری ہو۔

اور منی میں رات گزارنے کی حکمت بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، لیکن ممکن ہے کہ منی میں اس لیے رات گزارنے کا حکم دیا گیا لکھریاں مارنا آسان ہو جائے؛ کیونکہ منی میں رات گزارتے ہوئے جب اللہ کے ذکر میں مشغول ہو کا تو لکھریاں مارنے کے لیے وقت پر تیار ہو سکے گا، لیکن اگر لکھریاں مارنے کے لیے منی کے باہر سے مرضی کے مطابق آئے تو عین ممکن ہے کہ رمی کے مقررہ وقت سے لیٹ ہو جائے یا یہ بھی ممکن ہے کہ وقت پر رمی کر جی نہ سکے، یہ بھی ممکن ہے کہ اگر منی میں رات نہ گزارے تو کسی اور کام میں مشغول میں ہو جائے، بہر حال حتیٰ حکمت صرف اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔ ”ختمن شد

## "مجموع فتاوی و مقالات الشیخ ابن ماز" (380-382)

## لشکر شنقط - برا کت

علامہ ایحٗ محمد امین یہی رحمہ اللہ نے ہے ہیں :

"یہ بات ذہن نشین رہے کہ بھراث کو کنکریاں مارنے کی اجھائی حکمت تو یہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ملنے والے حکم کی تعمیل کی صورت میں اللہ کا ذکر بھی ہے، اس میں کوئی دورانے نہیں ہے۔

جیسے کہ سنن ابو داود میں ہے کہ : امام ابو داود کو ان کے استاد مسدونے حدیث بیان کی، انہیں عیسیٰ بن یونس نے، انہیں عبید اللہ بن ابی زیاد نے بیان کی، انوں نے قاسم سے اور انوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (یقیناً بیت اللہ کا طواف، صفار وہ کے درمیان سعی اور حمرات پر کنکریاں مارنا صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے شریعت میں رکھے گئے ہیں)۔۔۔ اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن ابی زیاد راوی ابو الحصین الکنی القداح ہے، اسے محدثین کی ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے اور کچھ نے انہیں ضعیف کہا ہے، بہر حال ان کی یہ حدیث بلاشک و شبہ صحیح ہے، اور اس کے صحیح ہونے پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی دلیل بتتا ہے کہ : **{وَأَذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَامٍ مَّتَّهُوَدَاتٍ}**۔ یعنی : لغتی کے چند دنوں میں اللہ کا ذکر کرو۔ کیونکہ جس ذکر کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے اس میں حمرات کو کنکریاں مارنا بھی شامل ہے؛ اس کی دلیل اسی حکم کے بعد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے کہ : **{فَمَنْ تَعْجَلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَلَا ثُمَّ إِنْ}**۔ یعنی : اگر کوئی دو دنوں میں جلدی جانا چاہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو اس سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ رمی بھی ذکر الہی کے لیے مشروع قرار دی گئی ہے۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے۔

لیکن یہ حکمت کا اجمالی تذکرہ ہے، اس کی تفصیل سن کبریٰ یہتھی میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً منقول ہے کہ : (جس وقت ابراہیم علیہ السلام مشاعر میں آئے تو حمرہ عقبہ کے پاس شیطان رونما ہوا تو سیدنا ابراہیم نے انہیں سات کنکریاں ماریں، یہاں تک کہ شیطان زمین میں دھنس گیا، پھر شیطان دوبارہ دوسرا ہے جمرے کے پاس رونما ہوا تو اسے پھر سات کنکریاں ماریں، یہاں تک کہ شیطان زمین میں دھنس گیا، اس کے بعد شیطان تیسرے جمرے کے پاس رونما ہوا تو اسے پھر سات کنکریاں ماریں، یہاں تک کہ شیطان زمین میں دھنس گیا۔) تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں : تم کنکریاں شیطان کو مار رہے ہو، اور ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چل رہے ہو۔ یہ الفاظ سن کبریٰ یہتھی کے ہیں۔

اس روایت کو امام حاکم نے مسند رک میں مرفوعاً نقل کیا ہے اور پھر کہا کہ : یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے، لیکن بخاری و مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔

چنانچہ سن کبریٰ یہتھی کی بیان کردہ روایت کی روشنی میں حمرات کو کنکریاں مارتے ہوئے جو ذکر الہی ہے وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی شیطان سے دشمنی میں اقدام کی صورت میں ہے کہ ہم شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں اور [عدم] کرتے ہیں کہ ہم [شیطان کے پیچے نہیں لگیں گے۔ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے کہ : **{إِنَّكُمْ أَنْتُمْ تَعْمَلُونَ}** یعنی : یقیناً تمہارے لیے ابراہیم کی ذات میں اسوہ حسنہ ہے۔ تو اسی محسوس ہوتا ہے کہ یہاں کنکریاں مارنا شیطان سے عداوت کا اظہار ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تعمیل ہے : **{إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَذَّابٌ شَجُورٌ عَذَّابٌ}**۔ ترجمہ : یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تم اسے اپنادشمن ہی سمجھو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ شیطان سے دوستی رکھنے والے شخص کے بارے میں فرمایا : **{أَنَّكُمْ تَعْمَلُونَ وَذَلِكَ تَبَيَّنَ أَفْيَاءَ مِنْ دُوْنِ وَهُنَّ لَكُمْ عَذَّابٌ}**۔ یعنی : کیا تم شیطان اور شیطانی چیزوں کو مجھے چھوڑ کر دوست بناتے ہو؛ حالانکہ وہ سب تمہارے دشمن ہیں۔

اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ پتھر مار کر رجم کرنا عداوت کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ "ختم شد  
"اوضواء البيان" (340-341/5)

یہ جو عمرے سے متعلقہ حکموں کے بارے میں اہل علم کی ایسی گفتگو ہے جس تک ہم رسائی پا سکے میں، ان میں سے اکثر با تینیں اجتہادی نوعیت کی ہیں، چنانچہ ان میں سے اکثر ایسی باتیں ہیں جن کے بارے میں صریح نص نہیں ہے کہ ان عبادات کی مشروعیت کی یہی حکمتیں ہیں۔

چنانچہ اہل علم کی ایک بہت بڑی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ حج کے افال کی حکمت معلوم نہیں ہو سکتی، یہ سب کی سب اس انداز سے اس لیے مشروع قرار دی گئی ہیں کہ ہماری اطاعتِ الہی کی مقدار پر کھی جاسکے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے آزماسختا ہے۔

ابن جوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" یہ بات فہم نہیں ہو کہ عبادت بنیادی طور پر معقول ہوتی ہے، یعنی عبادت اس لیے کی جاتی ہے کہ بندہ اپنے مولا کی اطاعت کرتے ہوئے انحرافی کا اظہار کرے؛ اسی لیے نازکی

ادائیگی میں انکساری اور عاجزی کا ظہار بالکل اس طرح سے ہوتا ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی بندگی سمجھ میں آتی ہے۔

اسی طرح زکاۃ کی ادائیگی میں دوسروں پر زمی، اور غم بانٹنے کا عمل واضح طور پر موجود ہے۔

ایسے ہی روزے میں نفسانی خواہشات کو کچلنے کی صلاحیت ہے یہ اس لیے کہ انسان کا نفس سر کشی نہ کرے بلکہ مطیع اور فرمانبردار بن کر رہے۔

بیت اللہ کو اللہ تعالیٰ نے شرف اور مقام بخشنا ہے اس کا بھی ہدف ہے۔ نیز بیت اللہ کے آس پاس کے علاقوں کو احترام والا علاقہ قرار دیا ہے یہ بھی بیت اللہ کے مقام کو مزید بڑا بنانے کے لیے ہے۔ پھر لوگوں کا بیت اللہ کی جانب پر اگنڈہ حالت میں آتا بالکل ایسے ہی جیسے بندہ اپنے آقا کے سامنے عاجزی اور انکساری کے ساتھ آتا ہے یہ بھی بات بالکل واضح ہے۔

انسانی نفس جس چیز کو سمجھ لے تو اس کے ذریعے عبادت کرتے ہوئے انسیت محسوس کرتا ہے، چنانچہ انسان نفسیاتی طور پر اس کام کے لیے راغب ہوتا ہے اور اس طرح انسان کو ایسی عبادت کرنے کی ترغیب ملتی ہے؛ لیکن اسی عبادت کے دوران ایسی چیزیں شامل کر دی جاتی ہیں جن کی وجہ انسان کو سمجھ میں نہیں آتی مقصداً یہ ہوتا ہے کہ انسان کی کامل فرمانبرداری سامنے آتے، جیسے کہ صفا مروہ کے درمیان سعی اور حمرات کو کنکریاں وغیرہ مارنا؛ کیونکہ سعی یا حمرات کو کنکریاں مارنے سے انسان کو ذاتی طور پر کوئی فائدہ نہیں ہوتا، نہ ہی طبعی طور پر انسان اس کام سے مانوس ہے، اور نہ ہی اس کے مقاصد کو سمجھنے کے لیے عقل کے پاس کوئی راستہ ہے، لہذا ایسے کام کرنے کے لیے انسان کو ترغیب ذاتی مفادات نہیں بلکہ محض اطاعت گزاری کا جذبہ ہی دیتا ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور میں نے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں آپ ایسی عبادات کے رازوں سے پرده اٹھا سکتے ہیں جن کے مقاصد یا حکمتیں ہم سے پوشیدہ ہیں۔ "ختم شد  
"مشیر العزم الساکن" (ص 285-286)

تو غلام صدی یہ ہے کہ:  
محترم سائل!

حج اور عمرہ کی ادائیگی کے دوران شرعی عمل یہ ہے کہ: حاجی ہو یا عمرہ کرنے والا حج اور عمرے کے دوران وہ کام کرے جسے کرنا شریعت نے ہمیں بتایا ہے، اور جس کام سے روا کا ہے اس سے ابتناب کرے، اسی طرح حج اور عمرے کے ہر عمل کے ساتھ شخص اذکار کے معنی اور موضوع پر خوب غور و فکر کرے؛ کیونکہ ذکر الہی حج کے عظیم مقاصد میں سے ایک ہے، جیسے کہ پہلے اس کی تفصیلات بیان ہو چکی ہیں۔ لہذا حاجی ہو یا عمرہ کرنے والا دوران حج و عمرہ ایک لمحہ بھی فضول میں ضائع مت کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے حسب استطاعت خوب محنت کرے، اور اللہ تعالیٰ کے شعائر کی کماحتہ تعظیم کرنے کی کوشش کرے، فرمائی باری تعالیٰ ہے:

**بِذِكْرِ وَمَنْ يُطِّقُمْ شَعَارَ اللَّهِ فَإِنَّمَا مِنْ تَقْوَى النَّقْوَبِ**

ترجمہ: یہ، اور جو بھی اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقوی میں شامل ہے۔ [آج: 32]

حج اور عمرے کا طریقہ اور ان میں پڑھے جانے والے اذکار جاننے کے لیے آپ درج ذیل فتاویٰ کی جانب رجوع کریں:

(31822)، (31819)، (34744)، (47732)، (10508)، (109246)